مولانا محمد ثانی

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کی خدمت میں

اصلاح و تربیت سے اجازت و خلافت تک

از۔ مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی
مفتی الٰہی بخش اکیڈمی ۔ کاندھلہ
ضلع مظفر نگر (یو، پی)

مولانا محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ سلالۂ نبوت سے وابستہ ایک ایسے برگزیدہ خاندان کے لخت جگر اور نور بصر تھے جو علوم اسلامیہ کا شناور ارشاد و ہدایت کا منبع حدیث و تفسیر کا مرجع ادب و انشاء پردازی میں فرد اور تاریخ و تذکرہ نویسی میں فخر اقران ہے، اس خانوادے میں علم و عمل کی جامعیت و فراوانی، قرطاس قلم کی رفاقت و ہم نشینی، شعر و سخن کی شادابی و رنگینی اور رواداری، سلوک و معرفت کی بادیہ پیمائی و مسند نشینی ساتھ رہی۔ اس خزانے کا ایک دربے بہا مولانا محمد ثانی کی ذات نیک صفات تھی جو خاندانی محاسن و کمالات سے بہرہ ور اور اخلاص و ایثار، تواضع، انکسار اور تہذیب اخلاق میں اپنے آبائے کرام کے پیرو، اور خاندانی روایات کے پاسدار و امین تھے۔

اور یہ قدیم آبائی ورثہ فطری سعادت و صلاحیت اور حکایات اسلاف کے

ذریعہ نئی نسلوں کو منتقل ہوتا رہا، اس طرح اس گھرانے میں صدیوں سے علم و عمل متوارث و مسلسل چلا آرہا ہے اور چراغ سے چراغ روشن ہوتے رہے ہیں۔

جب مولانا ثانی نے اس دور مان والاشان اور نورانی ماحول میں آنکھیں کھولیں تو وہاں ہر طرف علم و ذکر کے چشمے جاری تھے، قرآن و سنت کی ہوائیں چل رہی تھیں اور خاندان کا ہر فرد اخلاص و عمل کے تر و تازہ و گرانبار اور پوری فضا سیرت و صحابہ کے چرچوں اور بزرگان سلف کے احوال و تذکروں سے معمور اور تاریخ و ادب کی صداؤں سے پرشور و مخمور تھی۔ مولانا ثانی نے حسب توفیق و استطاعت اس ماحول سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور اپنی کاوش و کوشش سے اس جوہر کی جلاء و ترقی میں مصروف و مشغول ہو گئے، نیک طینتی و خوش بختی دستگیر و سایہ فگن اور گھر کا دینی و علمی ماحول، معاون و ہم قدم تھا، جس کی وجہ سے بچپن سے ہی بزرگوں اور علماء کی زیارت و ملاقات کے مواقع میسر ہوئے۔ اور ان سے قربت و استفادہ کی توفیق رفیق رہی۔

اس وقت مولانا ثانی کے اپنے گھرانے یعنی خانوادۂ حضرت شاہ علم اللہ میں متعدد اہل نسبت عارفین کاملین موجود تھے اور خاندان سے باہر بھی متعدد اولیاء اللہ علم و حکمت کی بساط بچھائے فکر و معرفت کے ایاغ لٹا رہے تھے۔ مگر مولانا ثانی کو دیرینہ خاندانی مراسم اور متعدد اہل خانہ کے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کاندھلوی اور ان کے سراپا افتخار عم بزرگوار حضرت مولانا محمد الیاس رحؒ کاندھلوی کے دامن فیض و تربیت سے وابستہ ہونے کی وجہ سے حضرت شیخ سے قریب ہونے اور ان کے علوم و معارف سے استفادہ کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ اہل خاندان نے جو ہمیشہ سے علم و فضل کے دلدادہ اور صحبت اہل علم و دانش کے حریص طلبگار رہے ہیں، مولانا ثانی کو اس داعیہ کی تکمیل کا موقعہ بخشا اور مولانا محمد ثانی شوال ۱۳۶۳ھ (اکتوبر ۱۹۴۴ء) میں صحاح ستہ (دورۂ حدیث) پڑھنے کے لیے مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور بھیج دیے گئے۔

اور وہ ایک کاروانِ علم وفضل کے ساتھ حضرت شیخ کے شہرۂ آفاق درس حدیث میں حاضر وشامل ہوئے اور مدرسہ کی ترتیب کے مطابق حضرت شیخ سے صحیح بخاری جلد ثانی اور سنن ابو داؤد کے اسباق شروع کئے جس سے حضرت شیخ کی محدثانہ شان دقت نظر، علمی کمالات اور جذبۂ حب رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ظاہر و آشکارا ہوا اور مولانا ثانی کی حضرت شیخ سے دیرینہ نسبت تعلق میں، تعلق محبت میں اور محبت عشق وشیفتگی میں تبدیل ہوئی۔ اور نیک طینت شاگرد نے وفور محبت اور دل کے تقاضے سے مجبور ہو کر حضرت شیخ سے بیعت قبول کر لینے کی درخواست کی اور پوری زندگی حضرت کے زیر اصلاح و تربیت رہنے کی تمنا ظاہر کی۔ استاذ عالی مقام ہونہار شاگرد کی فطری سعادت مندی اور علمی صلاحیتوں کا اندازہ کر چکے تھے اس لئے خلاف معمول فوراً یہ درخواست قبول فرمالی۔ اور مولانا ثانی ذی قعدہ ۱۳۶۳ھ میں حضرت شیخ کے زمرۂ مریدین میں شامل ہو گئے۔

بیعت وتلمذ کے وسیلے سے مولانا ثانی پر حضرت شیخ کی مہر والفت کی نگاہ ہوئی اور مولانا ثانی کے لئے حضرت شیخ کو خلوت وجلوت میں قریب سے دیکھنے کے مواقع حاصل ہوئے اور حضرت کے ذوق عبادت وتلاوت، شفقت ومحبت اتباع سنت اور مختلف ومتنوع مشاغل ومصروفیات کا شب وروز مشاہدہ رہا جس سے مولانا ثانی پر ظاہر و باطن کی ایک نئی کھلی اور تصوف وسلوک کے ذریعہ مقصد حیات پالینے کی امنگ دل کو گدگدانے لگی اور مولانا ثانی ذکر وشغل اور سیر سلوک میں مصروف ومشغول ہو گئے۔

جیسے جیسے مولانا ثانی وادی معرفت میں قدم بڑھاتے گئے ان پر سلف کا رنگ گہرا ہوتا گیا اور تواضع ومسکنت دین ودیانت اور اطاعت وانقیاد کے جذبات جو آبائی ورثہ اور طبیعت میں ودیعت تھے، ظاہر وہویدا ہونے شروع ہوئے اور اسی

رفتار سے حضرت کے شفقت و التفات میں بھی اضافہ ہوتا رہا کہ سہ

دیتے ہیں بادہ ظرف قدح خوار دیکھ کر

اصلاح و صلاح کے فطری جوہر حضرت شیخ کے عنایت و کرم اور ذاتی محاسن و کمالات کی وجہ سے مولانا ثانی کو طریق سلوک و معرفت میں تیز رفتار ترقی نصیب ہوئی اور مولانا محمد ثانی بہت جلد حضرت شیخ کے محبوب و مقرب متوسلین کے ہم پایہ و ہم نوا ہو گئے۔ ان کو شروع ہی سے حضرت شیخ سے کچھ ایسی مناسبت اور ربط روحانی میسر تھا جس کو تصوف اور صوفیا کی زبان میں نسبت اتحادی کے ایک نمونے سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ مولانا ثانی کی حضرت کے دامن فیض سے وابستگی اور حضرت شیخ کی حضرت مولانا خلیل احمد سے بیعت کے احوال و کوائف میں یک رنگی و ہم آہنگی سے پہلی بار اس نسبت کا ظہور ہوا اور پھر بار بار اس کا اعادہ ہوتا رہا اور مولانا ثانی کو غیر ارادی طور پر مختلف امور میں حضرت شیخ کے اتباع کی دولت و لذت نصیب ہوئی اور ان کے ساتھ بھی وہی احوال و کیفیات حضرت سہارنپوری کی نظر میں حضرت شیخ کے قرب اختصاص موجب ہوئے، اسی طرح یہ توارد اور مولانا ثانی کے   و امتیازات حضرت شیخ کے لطف و انبساط کا ذریعہ بنے۔

و ذالک فضل اللہ یوتی من یشاء۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت شیخ (ولادت ۱۳۱۵ھ) نے اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا خلیل احمد سے اٹھارہ سال کی عمر میں ۱۳۳۲ھ میں دورۂ حدیث اخذ کیا اور اسی سال شوال میں حضرت سہارنپوری سے بیعت ہوئے۔ اسی طرح یہ سعادت مولانا ثانی کو بھی حاصل ہوئی۔ اور وہ بھی اٹھارہ سال کی عمر میں دورۂ حدیث کے لئے حضرت شیخ کی صحبت میں حاضر ہوئے اور اسی سال ذیقعدہ ۱۳۶۳ھ میں حضرت سے بیعت ہو گئے اور جس طرح حضرت شیخ نے دورۂ حدیث

سکے فوراً بعد اپنے پیر و مرشد کے ہدایت و اشارہ پر اور ان کی معیت و رفاقت میں پہلا سفر حج (حج اسلام) کیا اور حرمین شریفین کے انوار و تجلیات اور فیوض و برکات سے مستفید و مستنیر ہوئے تھے، اسی کے تقلید و اتباع میں دورۂ حدیث کے بعد مولانا ثانی کو بھی حکم سفر ملا، ہر چند کہ اس سفر میں حضرت مولانا ثانی کو حضرت شیخ کی معیت و رفاقت حاصل نہیں تھی۔ مگر یہ سفر حضرت کے حکم و مشورے پر ہوا تھا اور اس میں حضرت کی نیابت و قائم مقامی مولانا ثانی کے خال محترم حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی فرما رہے تھے جو خود بھی حضرت شیخ کے حکم کی تعمیل میں اہل حرم کو ان کا بھولا ہوا سبق یاد دلانے اور دعوت و تبلیغ کی نبوی میراث تقسیم کرنے حجاز جا رہے تھے۔

مولانا ثانی کا ایک اور امتیازی وصف جو ان کو انفرادیت و اعزاز بخشتا ہے وہ خاص طریقۂ تربیت و اصلاح ہے جو حضرت سہارنپوری نے حضرت شیخ کی روحانی تربیت کے لیے استعمال فرمایا تھا، اسی کا تجربہ مولانا ثانی پر ہوا۔ اور حضرت شیخ کی طرح مولانا ثانی بھی کامیابی و کامرانی کے بعد مسند خلافت و اجازت بیعت سے مشرف و سرفراز گردانے گئے۔

اس خصوصیت و انفرادیت کے ذکر سے پہلے ضروری ہے کہ حضرت سہارنپوری کے اس خاص طریقۂ اصلاح کی کچھ وضاحت کر دی جائے، حضرت شیخ، حضرت مولانا خلیل احمد سے دورۂ حدیث پڑھنے کے بعد حضرت سہارنپوری کی گرانمایہ کتاب بذل المجہود فی حل سنن ابی داؤد کی تاریخ و تالیف و ترتیب کے لئے مضامین و مآخذ کی جستجو اور حضرت کے حسب ارشاد ان کی تربیت و میں مشغول رہتے تھے۔ اور حضرت شیخ کو اس محویت اور اپنے علمی انہماک کی وجہ سے سلوک و تصوف کے مروجہ اعمال و اشغال ذکر و مراقبہ وغیرہ کے لیے حسب

منشاء پورا وقت نہیں ملتا تھا۔ مگر جب ایک مرتبہ حضرت شیخ نے مولانا ظفر احمد تھانوی کے اصرار و ارشاد پر حضرت سہارنپوری کو لکھا کہ

"مدرسہ کی مشغولی کی وجہ سے ذکر و شغل میں پابندی نہیں ہو سکتی، اگر حضرت اجازت فرمادیں تو یہ ناکارہ کہیں یکسوئی کے ساتھ ذکر و شغل چار چھ مہینے کرے"[1]

تو حضرت مولانا خلیل احمد نے جواب میں تحریر فرمایا۔

"اس کی ضرورت نہیں۔ اسباق کے ساتھ جتنا تھوڑا بہت ہوتا رہے کرتے رہا کرو"

حضرت سہارنپوری نے ذکر و شغل کے لئے مستقل وقت فارغ کرنے سے تو منع فرمادیا، لیکن ایک خاص طریقے سے حضرت شیخ کی روحانی تربیت کا سلسلہ جاری رکھا، اس طریقۂ خاص کو حضرت تھانوی نے محسوس فرمالیا اور ایک ملاقات کے موقع پر بلا کسی تمہید و استفسار کے حضرت شیخ پر اس کا اظہار بھی فرمادیا۔ حضرت شیخ تحریر فرماتے ہیں:

حضرت سہارنپوری کے زمانہ میں حضرت اقدس تھانوی کی سہارنپور میں تشریف آوری بکثرت ہوتی تھی اور معمول یہ تھا کہ جب کبھی سہارنپور کی طرف کو پورب لائن یا پنجاب لائن جانا ہوتا تھا۔ یا وہاں سے واپسی ہوتی تو شاذ کے زمانہ میں مدرسہ تشریف لائے بغیر روانگی نہیں ہوتی تھی۔ بہت ہی شاذ و نادر ایسا ہوتا تھا کہ وقت کی قلت کی وجہ سے مدرسہ تشریف لانا نہ ہو، اگر کبھی ایسا

---

[1] آپ بیتی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ (طبع اول سہارنپور)

ہوتا تو ہم خدام اسٹیشن پر ضرور حاضر ہوا کرتے۔ ایک دفعہ یہ ناکارہ اسٹیشن پر حاضر ہوا۔ بڑا مجمع موجود تھا۔ جب میں نے مصافحہ کیا تو مصافحہ کے ساتھ ہی حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا "اکابر کے یہاں تربیت کے بھی طرق عجیب اور مختلف ہوتے رہتے ہیں۔ اکتساب بھی ایک طریقہ ہے وہ زمانہ بذل المجہود کی اس سیہ کار کی کتابت کا تھا"[1]

اسی طرز اصلاح کا اعادہ و مشاہدہ مولانا محمد ثانی کی سیر سلوک میں ہوا حضرت شیخ نے مولانا سے سوانح مولانا محمد یوسفؒ، تذکرہ مولوی ہارونؒ اور حیات خلیلؒ مرتب کرائیں۔ اور ان کی تالیف و ترتیب سے طباعت و اشاعت تک ہر مرحلہ میں قدم قدم پر رہنمائی فرمائی، بکثیر معلومات و اطلاعات سے نوازا۔ ایک ایک لفظ سن کر تحسین و تصویب کی اور آخر میں ارشاد فرمایا "پیارے تو میری بھی سوانح لکھے گا"[2] حضرت کا یہ ارشاد و تبصرہ بلاشبہ مولانا کے طرز تصنیف و تحریر پر انتہائی اعتماد کا مظہر اور حضرت کی خواہش و رضا و پسندیگی کا ترجمان ہے۔

مذکورہ تینوں کتابوں میں سے سب سے زیادہ شہرت و مقبولیت تذکرہ حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی کو حاصل ہوئی۔ جو مواد کی کثرت، جامعیت اور اپنے موضوع کی احادیث و ہمہ گیری کے لحاظ سے ایک منفرد تصنیف ہے۔ تقریباً آٹھ سو صفحات کی یہ کتاب جو مصنف اور صاحب سوانح کی جہد و عمل کا شاہکار اور

---

[1] آپ بیتی ص ۵۷-۵۸ جلد ۲ اس طریقہ تربیت کے اشارات حضرت سہارنپوری کے ملفوظات میں بھی ملتے ہیں۔ مثلاً ملاحظہ ہو "ملفوظ" حیات خلیل از مولانا محمد ثانی حسنی ص ۵۱۰ طبع اول، لکھنؤ

[2] حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنی۔ از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی (طبع اول لکھنؤ)

مولف کی سعی و کاوش اور جذبہ اطاعت و انقیاد کی سدا بہار یادگار ہے:

اس کی تالیف و ترتیب میں مولف کی تمام کاوش و کوشش، دیدہ ریزی و جگر کاوی، صحت کی خرابی اور نگاہ کی کمزوری کے باوجود صرف اس خیال سے ہو رہی تھی کہ اس کی تکمیل سے حضرت شیخ کا منشاء پورا ہوگا اور مولف حضرت کی دعا سے سربلند و سرفراز ہوگا۔ مولف کی دلی خواہش تھی کہ حضرت شیخ اس کتاب کو ملاحظہ کرکے قبول فرمالیں۔ اور رائے گرامی سے نوازیں، مولف کی آرزو پوری ہوئی اور حضرت نے اپنی طمانیت، و مسرت کے اظہار اور دعاؤں کی سوغات سے مولف کو مالامال کردیا اور کتاب کی نسبت بلند کلمات تحریر کرائے جس سے فطری طور پر مولانا محمد ثانی کو غیر معمولی مسرت ہوئی اور انھوں نے ان کلمات کو سرمایہ عزت و افتخار، اپنی محنت کا پورا صلہ اور گراں قدر انعام سمجھا اور حضرت شیخ کو بھی اپنے جذبات تشکر و امتنان سے آگاہ کیا۔ اس سلسلے میں مولانا محمد ثانی کے خطوط اور حضرت شیخ کے جوابات آئندہ سطور میں آرہے ہیں یہاں صرف وہ تحریر نقل کی جاتی ہے جس میں حضرت شیخ نے سوانح مولانا محمد یوسف کا ذکر خیر فرمایا ہے۔ تحریر فرماتے ہیں۔

"عزیز گرامی قدر مولوی محمد ثانی حسنی سلمہٗ بعد سلام مسنون۔ اسی وقت مسرت نامہ پہونچا۔ اس سے بہت زیادہ مسرت ہوئی کہ سوانح یوسفی قریب الاختتام ہے۔ اللہ جل شانہ اپنے فضل و کرم سے جلد از جلد اس کو پایہ تکمیل کو پہونچادے۔ اور لوگوں کو اس سے زیادہ سے زیادہ متمتع فرمادے۔ اور تمہیں اس محنت اور مشقت کا جو اس کی تکمیل میں فرمائی بہترین جزائے خیر عطا فرمادے۔

تمہیں اور مخدوم و محترم جناب الحاج مولانا سید ابو الحسن علی میاں صاحب مدفیوضہم و زاد مجدہم کو جن کی توجہ و اہتمام اور رہنمائی سے یہ کتاب تکمیل

کو پہونچی، دونوں کو مبارکباد دیتا ہوں۔ اللہ جل شانہ دونوں کو مکارہ سے محفوظ فرماکر دارین کی ترقیات سے نوازے اور اس مبارک کتاب سے لوگوں کو زیادہ سے زیادہ متمتع فرمادے۔

امید ہے کہ ناظرین اس کو محض تاریخی کتاب کی حیثیت سے نہیں پڑھیں گے بلکہ استفادے اور انتفاع کی نیت سے پڑھیں گے۔

(۲۱ جمادی الاخری ۱۳۸۷ھ)

سوانح مولانا محمد یوسفؒ کے بعد تذکرہ مولوی ہارون کاندھلوی کی ترتیب و اشاعت ہوئی اور آخر میں حضرت مولانا خلیل احمد کی سوانح حیات، جدید معلومات و مواد کی روشنی میں مرتب کرنے کا حکم صادر ہوا۔ مولانا ثانی نے اس فرمائش کی تعمیل بھی اسی جوش و جذبہ اور سعادت و جاں نثاری کے ساتھ کی۔ جس کا مظاہرہ وہ سوانح حضرت مولانا محمد یوسف کی تہذیب و تدوین میں کر چکے تھے مگر اس کتاب کے لیے مصنف کو سوانح حضرت مولانا محمد یوسف کا سا وسیع کینوس (مواد) اور ذاتی تجربات و مشاہدات کا کثیر سرمایہ بدست نہیں تھا۔ اس کے باوجود بھی یہ کتاب مولانا ثانی کے رواں دواں گلکار قلم کا ایک نمونہ ہے اور اس کے مطالعہ سے حضرت مولانا سہارنپوری کی بلند پایہ علمی و روحانی خدمات محدثانہ خصوصیات، فقہی کلامی، موضوعات پر مولانا کی تحقیقات و تصنیفات، سوانح و آثار اور تعلیمات و ارشادات کی ایک صاف اور واضح تصویر سامنے آتی ہے اور اس کتاب کے ذریعہ حضرت سہارنپوری کے کمالات، ذات و صفات سے ناواقف اشخاص و افراد بھی حضرت کے مقام و مرتبہ سے روشناس اور اس دور کے اکابر و علماء کی صف میں حضرت کے مقام کی جستجو میں کامیاب ہو سکتے ہیں اور حیات خلیل کا یہی وصف ہے جس سے رب مبلغ اوعی من سامع کی صداقت کی ایک مرتبہ پھر تصدیق ہو رہی ہے۔

حیات خلیل کی تکمیل و طباعت پر بھی حضرت شیخ کی جانب سے مولانا ثانی سند توثیق و تحسین سے بامراد و کامگار ہوئے۔ اور اس کے علاوہ ایک اور نہایت گرانمایہ و بلند تر اعزاز و انعام عطا ہوا۔ اور مولانا ثانی اسی دولت و امانت کے وارث و اہل قرار پائے۔ جو بذل المجہود میں معاون و دست راست ہونے کی وجہ سے حضرت شیخ کو حضرت مولانا خلیل احمد کی جانب سے سپرد اور تفویض ہوئی تھی۔ یعنی حضرت شیخ نے شادمانی و کامرانی کی تمنا کے ساتھ مولانا ثانی کو خلافت و اجازت بیعت سے معزز و مفتخر فرمایا جو اس طویل و پر مشقت علمی و روحانی سفر میں بخت و یاوری کی دلیل خوشنودی مرشد کی ابدی دستاویز اور عطیہ خداوندی ہے

ان تصنیفات و تالیفات کے علاوہ متعدد ایسے شواہد و تحریرات موجود ہیں جن سے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے مولانا ثانی سے تعلق خاطر شفقت و محبت اور عنایت و کرم کا سراغ ملتا ہے اور مولانا ثانی کے قلب و نظر میں حضرت شیخ کے لئے ارادت و عقیدت کے گہرے جذبات اور دلی عقیدت و احترام کا علم ہوتا ہے۔ اس وقت اس قسم کی تین چیزیں راقم سطور کے سامنے ہیں۔ جس میں سے ایک کا تعلق حضرت شیخ کی ذات گرامی اور حضرت کی نجی تحریرات سے ہے، دوسری کا مولانا ثانی کے قلم اور جذبات و تاثرات سے، تیسری جو مولانا ثانی اور حضرت شیخ کے درمیان مشترک ہے۔

اول الذکر حضرت کا تاریخی روزنامچہ ہے جس کے بیسیوں اندراجات میں مولانا ثانی کے آنے جانے کی تاریخیں اور ان سے متعلق مختلف اطلاعات درج ہیں۔ اس کی سب سے پہلی خبر یہ ہے:۔

سقوط محمد ثانی از سائیکل و انکسار عضو یمین " ۲۲ جمادی الاخری ۱۳۶۳ھ)

بعد کے اندراجات میں مولانا ثانی کے سفر آمد سہارنپور و دہلی، روانگی پاکستان زیارت حرمین کا ذکر ہے، اور سوانح مولانا محمد یوسف اور حیات خلیل کے متعلق کچھ یادداشتیں اور مولانا کے اہل خانہ سے متعلق بعض ضروری تاریخیں محفوظ ہیں۔ ان سب معلومات کا اعادہ غیر مفید ہے

دوسری چیز جس کا تعلق مولانا محمد ثانی کی تحریرات سے ہے، منقبت حضرت شیخ ہے۔ جو حضرت کے متعلق مولانا ثانی کے جذبات عقیدت و احترام کی آئینہ دار موثر و پرکیف نظموں کا مجموعہ ہے جو حضرت کے متوسلین کے لئے تسکین قلب کا ذریعہ اور ان کے زخم دجگر کا مرہم ہے۔ یہ مجموعہ منظومات حضرت کی حیات میں مرصع و مرتب ہوگیا تھا۔ اور یہ امر مولانا ثانی کے لئے نہایت فخر و مسرت کا سبب ہوا ہوگا کہ یہ تاثرات و افکار حضرت کے علم و نظر میں آگئے تھے۔ یہ مجموعہ حضرت کی وفات کے بعد ماہنامہ رضوان کے "حضرت شیخ الحدیث نمبر" میں شائع ہوا۔ حضرت کے آخری سفر ہند کے موقع پر حضرت کے یہاں موجود تھا اور راقم السطور نے بھی اسی وقت اس مجموعہ کو پہلی بار دیکھا اور پڑھا تھا۔ اس لئے قرین قیاس ہے کہ یہ منظومات حضرت کے ملاحظہ و سماعت سے بھی گزری ہوں گی۔

اور اس سلسلۂ ارتباط و تعلق کی تیسری آخری اور سب سے طاقتور اور مضبوط کڑی مولانا ثانی کے حضرت شیخ کے نام خطوط و جوابات کے ہیں۔ ہمیں مولانا ثانی کے چودہ خطوط دستیاب ہوئے جن میں سے گیارہ پر حضرت شیخ کے جوابات بھی محفوظ ہیں۔ ان خطوط کی تعداد بہت زیادہ ہوتی لیکن حضرت شیخ کے یہاں کسی اہم سے اہم ترین شخصیت کے بھی تمام خطوط محفوظ رکھنے کا معمول نہیں تھا۔ تاہم ممتاز اشخاص علماء وغیرہ کے وہ خطوط جن سے کوئی خاص واقعہ، یادداشت یا تاریخ منسلک ہوتی رکھ لئے جاتے تھے اور کچھ اہم ترین خطوط کے جوابات بھی نقل کرلئے

جاتے تھے۔ اس طرح حضرت شیخ کے ذخیرہ میں علماء، مشائخ اور ممتاز و مشہور اصحاب کے ہزاروں خطوط اور سینکڑوں پر حضرت کے جوابات بھی موجود ہیں۔ اسی گنج نہاں کے در مکنون مولانا ثانی کے مندرجہ ذیل خطوط ہیں۔ جو راقم سطور کو برادرم مولوی محمد شاہد صاحب کے تعاون سے فراہم ہوئے، میں اس عنایت کے لئے موصوف کا متشکر و ممنون ہوں۔

مولانا ثانی کے پیش نظر خطوط مضمون کے اعتبار سے تین حصوں میں تقسیم کئے جا سکتے ہیں۔

اول ارشاد و سلوک اور روحانی واردات و کیفیات پر اس موضوع کا صرف ایک خط محفوظ ہے یہ خط اپنے اجمال و اختصار کے باوجود مولانا ثانی کے روحانی مقام و عرفان کو پوری طرح عیاں کر رہا ہے، اپنی اہمیت کی وجہ سے سب سے پہلے یہی خطوط نذر قارئین ہوگا۔

قسم دوم۔ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کی آنکھوں کی سخت تکلیف۔ حضرت مولانا مدظلہ کا علاج کے لئے سفر سیتا پور اور حضرت شیخ سے درخواست پر مشتمل ہے اس عنوان پر تین خط دستیاب ہوئے۔ تینوں کا مضمون تقریباً ایک ہی ہے اس لئے ان کو شامل اشاعت نہیں کیا گیا۔ مذکورہ تمام خطوط میں سے کسی کے جواب کی نقل حضرت کے ذخیرے میں دستیاب نہیں ہوئی۔

قسم سوم۔ سوانح حضرت مولانا محمد یوسف سے متعلق مواد و اطلاعات، رفتار تصنیف و اشاعت، کتاب کی طباعت اور مولانا ثانی کی طرف سے پورا ایڈیشن یا کم از کم سو نسخے ہدیۃً قبول کر لینے کی استدعا، حضرت کا غایت خودداری، فرط استغناء اور احتیاط کی وجہ سے اس گراں قدر ہدیہ کے قبول کرنے سے مناسب و لطیف طریقہ پر معذرت، کی تفصیلات پر مشتمل ہے۔ مگر ان خطوط کا تذکرہ و سوانح کے

ایک حصہ کے طور پر مطالعہ کچھ موثر اور مفید نہیں ہوگا۔ ان کو اس حیثیت سے پڑھنا چاہیے کہ ان میں اخلاص و ایثار کا ایک چھپا ہوا ہے اور یہ خطوط زبان حال سے اس کا اظہار و اعلان کر رہے ہیں کہ ایک مرید و مسترشد کو اپنے شیخ و پیر سے کیسا تعلق کتنی محبت اور اس کیلئے ایثار و قربانی کا جذبہ کتنا موثر و شدید ہونا چاہیے اور مرید مسترشد کو اپنے تمام اخلاص و ایثار، جذبات و خدمات اور دیرینہ تمناؤں کو کس طرح پیر و مرشد کے مشورے اور اشارے پر مقدم رکھنا چاہیے۔ اور کس کشادہ دلی اور وسعت قلبی کے ساتھ اس آواز پر لبیک کہنا چاہیے۔

جس طرح مولانا ثانی کے خطوط عقیدت و محبت کے آئینہ دار، افادیت و تاثیر سے لبریز اور مولانا کے جذبات عقیدت و انقیاد کے ترجمان ہیں، اسی طرح مکتوب الیہ یعنی حضرت شیخ الحدیث رحمہ کے جوابی ارشادات و تحریرات، شریعت و طریقت کے جامع اصلاح و تربیت کے خود شناسی و خود داری، شفقت و حیا پاسداری اور مروت و اتباع سنت کے حامل و امین ہیں۔ اور امید ہے کہ انشاء اللہ یہ خطوط احمی کے بیش قیمت بہتر ہونے میں کوئی کلام نہیں۔ ارباب سلوک اور اہل بصیرت کے لئے چشم کشا اور سرمہ بصیرت ہوں گے۔

گذشتہ سطور میں گزر چکا ہے کہ مولانا محمد ثانی کے حضرت شیخ رحمہ کے نام موجود و محفوظ پیش نظر مکتوبات میں سب سے اہم روحانی و عرفانی تحریر مولانا ثانی کا آخری دستیاب خط ہے۔ اس خط کی اہمیت کی وجہ سے سلسلہ مکتوبات کی ابتداء اسی تحریر سے ہورہی ہے، دوسرے خطوط جو سوانح حضرت مولانا محمد یوسف رحمہ کے مسائل و مراحل سے متعلق ہیں۔ اس خط کے بعد حسب تاریخ تحریر، ترتیب وار پیش کئے جائیں گے۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

مکتوب اول :-

۱۶ محرم الحرام ۱۳۹۸ھ از لکھنؤ

سیدی ومولائی ومرشدی زیدت معالیکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ‘ ۔ بعد صد آداب کے عرض ہے کہ میں خیریت سے ہوں اور حضرت والا کی خیر وعافیت کا طالب ہوں‘ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ حضرت والا کو بصحت عافیت رکھے۔ مجھ کو اس کی ندامت ہے کہ میں نے کوئی عریضہ پیش خدمت نہیں کیا۔

الحمدللہ معمولات پورے ہورہے ہیں اور اس کی کیفیات کا ظہور بھی ہوتا رہتا ہے۔ معمولات کے پورے کرنے میں دل جمعی بھی ہوتی ہے۔ الحمدللہ حضور بھی اکثر رہتا ہے اور بے ارادہ بھی ذکر خفی اور بعض دفعہ ذکر جلی زبان پر جاری ہوجاتا ہے البتہ بعض دفعہ انقباض کی کیفیت بھی ہوجاتی ہے جس کے نتیجہ میں اختلاج قلب پیدا ہوجاتا ہے۔

حیات خلیلؒ حسب ارشاد ایک ہزار سے کچھ اوپر حاجی یعقوب صاحب کے ذریعہ مکہ مکرمہ ارسال کردی گئی تھی امید ہے کہ پوری بعجہ پہنچ گئی ہوں گی‘ اس کے پڑھنے کے بعد بعض حضرات کے خطوط آئے جن میں شدت تاثر کا اظہار کیا گیا ہے‘ بعضوں نے لکھا ہے کہ اس کتاب کے پڑھنے سے ان کی زندگی بدل گئی اور وہ شب خیزی اور نوافل کے عادی ہوگئے ہیں۔ اور حضرت کے علمی اور روحانی مقام اور اس کی عظمت کے معترف ہوگئے۔ بعض رسالوں میں تبصرے بھی آئے ہیں۔ جو بہت اچھے ہیں۔ جی چاہتا تھا کہ وہ ارسال خدمت کردوں‘ مگر ابھی مکمل نہیں آئے۔ انشاءاللہ بعد میں ارسال کردوں گا۔

البعث الاسلامی میں کتاب کا عربی میں خلاصہ آرہا ہے۔ غالباً تیسری قسط بھی آگئی ہے۔

حضرت والا۔ میں نے اب سے تین روز پہلے آخر شب کو ایک خواب دیکھا جس کا کیف اس وقت تک محسوس کر رہا ہوں، وہ یہ کہ ایک کمرے میں ایک بزرگ نیم دراز ہیں۔ دائیں کروٹ پر نہایت نورانی صورت، چہرہ دمک رہا ہے سفید بڑی اور گھنی داڑھی ہے، کرتہ ٹخنوں تک ہے۔ میں ان کے قدموں کے پاس ایڑیوں کی طرف بیٹھا ہوں اور وہ مجھے چہرۂ مبارک موڑ کر دیکھ رہے ہیں جلال و جمال کا ظہور ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی ہیں اس علم کے بعد میرا دل کھنچنے لگا۔ اور وہ خود محبت بھری نگاہ سے دیکھ رہے ہیں۔

پھر اس کے بعد ہی دیکھا کہ دوسرے کمرے میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما ہیں۔ غالباً دو زانو ہیں، میں ان کے سامنے ہوں۔ حضرت کے بائیں طرف خال مکرم مولانا علی میاں بیٹھے ہیں۔ دائیں طرف ذرا جگہ خالی ہے اور پھر ایک چھوٹی میز یا چوکور تپائی رکھی ہے۔ حضرت مجھ کو دیکھ رہے ہیں۔ ایسا نورانی چہرہ دیکھنے میں نہیں آیا۔ آنکھیں، سرخ و سفید چہرہ، سفید بڑی گول داڑھی۔ لباس نہایت صاف و شفاف، مجھ سے فرمایا، میرے دائیں جانب آ جاؤ اور ہاتھ سے اشارہ بھی کیا۔ ماموں جی نے عرض کیا حضرت دائیں طرف کچھ رکھا ہوا ہے غالباً کتابیں یا برتن۔ حضرت یہ سن کر میری طرف بڑھے اور میرے کاندھوں پر اپنے دونوں مبارک ہاتھ رکھ کر مسکراتے ہوئے آخری پارہ کی کسی چھوٹی سورت کی ایک آیت پڑھی اور فرمایا جناب قاضی، یا فرمایا حضرت قاضی کا کام ہے، یا عمل دخل ہے۔ صرف قاضی کا لفظ بلفظ یاد رہ گیا۔ صبح ہوتے ہوتے وہ آیت بھی بھول گیا۔ اور وہ پورا جملہ بھی مگر حضرت کا طرز عمل، صورت، توجہ اور مسکراہٹ اور میری طرف آنا۔ یہ سب یاد ہے، اللہ کرے یہ خواب مبارک ہو، امید

کہ حضرت والا تعبیر سے آگاہ فرمائیں گے۔

روضہ شریف پر سلام کی درخواست ہے۔ والدہ صاحبہ اور اہلیہ، حمزہ سلمہ اور میری لڑکی امامہ سلمہا سلام عرض کرتی ہیں۔ دعاؤں کی درخواست ہے۔ زیارت کا بہت اشتیاق ہے، خواب میں الحمدللہ حاضر ہو چکا ہوں۔ کعبہ کا پردہ پکڑ کر دعا بھی کی۔ اور روضہ شریف پر بھی حاضر ہوا ہوں، لیکن خواب میں دو چار دن پہلے۔ خدا مبارک کرے۔

برادر عزیز محمد میاں سلام عرض کرتے ہیں۔

ناچیز خادم
محمد ثانی حسنی

مکتوب مولانا ثانی ؒ

مخدومی و محترمی سیدی و مولائی زیدت معالیکم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ بعد آداب خادمانہ عرض ہے کہ الحمدللہ یہاں سب خیریت ہے۔ خداوند کریم سے امید ہے کہ حضرت والا بھی بخیریت و سلامت ہوں گے۔ حضرت والا کا شفقت نامہ صادر ہوا تھا۔ جناب والا کی بے انتہا شفقتوں اور محبتوں نے دل کو کیف و سرور سے بھر دیا۔

حضرت کے اس والا نامہ کے بعد سوانح کی ترتیب کا کام الحمدللہ پہلے سے تیز ہو گیا ہے، حضرت کی توجہات عالیہ پاتا ہوں۔ اس لئے کہ اس سے پہلے میرے لئے یہ کام مشکل معلوم ہو رہا تھا۔ میں جب بھی قلم اٹھاتا لکھنا مشکل ہوتا۔ اب بفضلہ تعالیٰ بآسانی لکھ رہا ہوں اور ذہن و دماغ کی گرہیں بھی کھلتی جا رہی ہیں اب صرف نگاہ کی کمزوری کچھ نہ کچھ رکاوٹ پیدا کرتی ہے۔ بہر حال تھوڑا تھوڑا کام کر رہا ہوں، درخواست کرتا ہوں کہ میری بصارت کے لیے دعا فرمائیں

کہ اللہ تعالیٰ روشنی تیز فرمائے۔ نیز کام کرنے کی بقیتہ بھی عطا فرمائے۔ حضرت کی توجہات عالیہ اور دعاؤں کا ہمیشہ محتاج رہوں گا۔ میں چاہتا ہوں کہ جب حاضر خدمت ہوں تو کچھ کر کے کم سے کم نقش اول لے کر حاضر ہوں۔

عزیزی مولوی محمد رابع سلام عرض کرتے ہیں، ماموں جی آج کل رائے بریلی میں ہیں۔ والسلام

۲۲ محرم الحرام ۱۳۸۷ھ

اس خط کے جواب میں حضرت شیخ کے گرامی نامہ کی نقل حضرت کے کاغذات میں دستیاب نہیں ہے اس لئے اس مکتوب کے بعد حضرت شیخ کا ایک والا نامہ جو مولانا ثانی کے نام صادر ہوا تھا نذر قارئین ہے۔ اور مولانا ثانی کی جانب سے گرامی نامہ کی وصول یابی کی اطلاع حضرت شیخ کا دوسرا مکتوب گرامی اور مولانا ثانی کا جواب آئندہ سطور میں ملاحظہ ہو۔

مکتوب گرامی حضرت شیخ ۱

عزیز گرامی قدر و منزلت عافاکم اللہ وسلم، بعد سلام مسنون

گذشتہ سال جب نظام الدین میں مولانا یوسف صاحب کی سوانح کا ابتدائی مشورہ ہوا تھا، نظام الدین کی واپسی پر اس ناکارہ نے اپنا روزنامچہ دیکھنا شروع کیا تھا اس کے بعد جب علی میاں کی آنکھوں کا سلسلہ شروع ہوا تھا تو یہ ناکارہ بھی مضمحل ہو گیا۔ شروع میں توجہ وخور وش میں شروع کر دیا تھا اس کے بعد جب علی میاں کی آنکھیں اچھی ہوئیں تو اس ناکارہ کی بیماری کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

شروع محرم میں آپ نے آنے کی خواہش لکھی تھی اس وقت بندہ نے یہ لکھا تھا کہ بہتر یہ ہے کہ شروع صفر میں نظام الدین آجاویں تاکہ جو اس وقت تک لکھا ہے

وہ ان حضرات کے سامنے سنا کر آپ کے حوالہ کر دوں۔ مگر نہ تو آپ آئے اور یہ ناکارہ بھی وہاں جانے کے بعد دو دان سر میں ایسا مبتلا ہوا کہ ایک ہفتہ تک پڑا ہی رہا۔ یہاں آنے کے بعد بھی اب تک سلسلہ چل رہا ہے۔ کل یہ خیال پیدا ہوا کہ جو کچھ ہو چکا ہے کم از کم اس کو تو بھیج دوں، تکلیف فرما کر علی میاں کو حرفاً حرفاً سنا دیں اور اس میں سے جو کچھ وہ لینا چاہیں لے لیں۔ علی میاں کی خدمت میں بشرط سہولت سلام مسنون۔ فقط والسلام

۱۳ صفر ۱۳۸۶ھ

مکتوب مولانا ثانی ۳

مخدومی و مکرمی سیدی و مطاعی زیدت معالیکم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ بعد آداب خادمانہ عرض ہے کہ کل جناب کا ارسال کردہ رجسٹرڈ لفافہ صادر ہوا۔ والا نامہ نے آنکھوں کو سرور بخشا ۸ صفحہ پر مشتمل جو مواد حضرت والا نے ارسال فرمایا ہے وہ پورا پڑھ چکا ہوں۔ وہ سوانح کے لئے بہت زیادہ مفید اور ممد ثابت ہوگا۔ انشاء اللہ! الحمدللہ کام جاری ہے۔ دو تین دن کے بعد تکیہ (رائے بریلی) جاؤں گا۔ اور لفظاً لفظاً ماموں جی کو سنادوں گا، ارادہ ہے کہ تکیہ پر دس پندرہ دن قیام کروں، اس درمیان سوانح کی ترتیب تبویب کا کام کروں، کیونکہ تکیہ پر لکھنؤ جیسی مشغولیت نہ ہوگی۔ اس لئے وہاں معتدبہ کام ہونے کی امید ہے اور ماموں جی کا مشورہ اور نظر کام میں انہماک کا باعث بنے گی۔

نگاہ کی کمزوری حد سے گزر چکی ہے خود لکھنا پڑھنا آسان نہیں رہا اس لئے اکثر لکھنے کے سلسلے میں کسی ایک کی مدد لینی پڑتی ہے اور خود بھی لکھتا ہوں مگر زیادہ دیر تک نہیں۔ دعاؤں کا محتاج ہوں۔ مولانا اکرام الحسن صاحب کی خدمت

میں سلام

والسلام

موصولہ ۲۲ صفر ۸۶ھ

مکتوب ثانی حضرت شیخ

عزیز گرامی قدر و منزلت عافاکم اللہ سلمہٗ

بعد سلام مسنون۔ آج کی ڈاک سے احوال کی دوسری قسط ارسال ہے اللہ جل شانہ مساعی جمیلہ کو مثمر ثمرات و برکات بنادیں۔ براہ کرم اس کی رسید سے جلد مطمئن فرمادیں۔ پہلے لفافہ کی طرح سے زیادہ انتظار نہ کراویں۔

علی میاں کا ایک خط آیا تھا اس میں انھوں نے لکھا تھا کہ مولانا یوسف صاحب کے رائے بریلی کے سفر کا تذکرہ تیسرے کاغذ میں نہیں ہے اس کے جواب میں میں نے تین خط لکھے۔ جن میں یہ دریافت کیا تھا کہ اس کی کوئی تقریبی تاریخ آپ لکھدیں تو اچھا ہے۔ اس کا جواب نہیں ملا۔ معلوم نہیں کہ میرا کوئی خط ان تک پہونچا یا نہیں۔ اس کو بھی اہتمام سے علی میاں کو سنادیں۔

یہ کوئی ضروری نہیں کہ میں نے کوئی بات لکھدی آپ اس کو نقل ہی کریں، بہت سی باتیں ہم لوگوں کے نزدیک قابل اعتراض نہیں ہوتی ہیں۔ لیکن لوگوں کی نگاہ میں قابل اعتراض ہوتی ہیں۔

علی میاں کی خدمت میں سلام مسنون، اپنی آنکھوں کی معذوری کی وجہ سے بہت ہی دیر لگی، ورنہ یہ سارا کام دو تین دن کا تھا۔ مگر آنکھوں کی معذوری نے اتنی دیر کردی اور اب بھی پورا نہ ہو سکا خدا کرے جلد پورا ہوجائے۔

فقط والسلام

مورخہ ۱۲ ربیع الاول ۸۶ھ

حضرت شیخ کے مذکورہ بالا خط کا جواب اور مولانا نانی کے درج ذیل

مکتوب مورخہ ۱۹ ستمبر ۱۹۶۷ء کے جواب میں حضرت شیخ کے کلمات پیش نظر تحریرات میں موجود نہیں ہیں۔

مکتوب مولانا ثانی ؒ

سیدی و مولائی زیدت معالیکم۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

بعد آداب خادمانہ عرض ہے کہ الحمد للہ یہاں سب خیریت ہے، حضرت والا کی خیریت کا خواہاں ہوں، اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل و کرم سے ہر طرح کی خیریت و عافیت رکھے۔ میں نے ایک عرصہ سے کوئی عریضہ ارسال نہیں کیا۔ جی چاہتا تھا کہ کتاب قابل اطمینان حد تک طبع ہو جائے۔ تو عریضہ لکھوں، انتہائی تمنا ہے کہ جلد از جلد کتاب کو مکمل شکل میں لے کر حاضر خدمت ہوں، یہ زندگی کی عزیز ترین خواہش ہے۔

عریضہ ارسال نہ کرنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ کام ادھورا چل رہا تھا۔ اب الحمد للہ وہ منزل آگئی ہے کہ عریضہ ارسال کر سکوں، کتاب ساڑھے سات سو صفحے تک جاری ہے جس میں کتابت تقریباً ۷۰۰ صفحے کے لگ بھگ ہو چکی ہے اور طباعت قریباً ۶۰۰ صفحہ تک۔ میں کوشش کر رہا ہوں کہ اکتوبر کے اوائل تک کتاب لے کر خدمت میں حاضری ہو جائے، صبح و شام اسی تگ و دو میں لگا ہوں۔ اور تقریباً سفر اور دوسرے مشاغل جو اس کام میں رکاوٹ بن سکتے ہیں، چھوڑ رکھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بحسن و خوبی اس کام کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ اور حضرت اس کو پسند فرمائیں۔ یہی تمنا اور عزیز خواہش ہے۔

کتاب کا نام "سوانح حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ" تجویز ہے۔ پہلے یہ خیال تھا کہ جمال یوسفی رکھا جائے۔ مگر کتاب کی تکمیل پر ماموں جی وغیرہ نے اول الذکر کو تجویز کیا ہے، حضور والا اس سلسلے میں کیا

فرماتے ہیں؛ یہ بات مجھ کو پہلے ہی لکھنا چاہئے تھی، جس کی معافی چاہتا ہوں۔
حمزہ سلام عرض کرتے ہیں اور دعا کی درخواست بھی۔ والسلام
(مورخہ ۱۹ ستمبر ۶۷ء)

مکتوب مولانا نانانی ؒ

سیدی و مرشدی! متعنا اللہ بحیاتکم العالیہ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ـــــ بعد آداب خادمانہ کے عرض ہے کہ یہ عریضہ ایک انتہائی آرزو کے ماتحت ارسال خدمت ہے، پرسوں ایک عریضہ ارسال خدمت کیا جاچکا ہے جس میں سوانح کی تکمیل اور مستقبل قریب میں حاضری کی سعادت کے حصول کے متعلق تحریر تھا۔

الحمد للہ کام برابر ہو رہا ہے اور امید ہے کہ ہفتہ عشرہ میں تکمیل ہو جائے گی اور میں پوری طرح اس میں منہمک ہوں اور جتنا جتنا تکمیل کا وقت قریب آرہا ہے شوق تکمیل بڑھتا جارہا ہے ؎
آتش شوق تیز تر گردد

یہ عریضہ اکسپریس ڈلیوری سے ارسال ہے اور جوابی لفافہ بھی۔ تاکہ جواب میں آسانی اور جلدی ہو۔ میری انتہائی خواہش ہے کہ حضرت والا اپنے چند قیمتی الفاظ میں تائیدی کلمات اور رائے گرامی کو اظہار فرمادیں تاکہ اس کو کتاب کی زینت بناکر اپنے لئے سعادت دارین حاصل کرلوں، حضرت والا کے مختصر سے الفاظ میں بھی رائے گرامی کتاب کی قیمت اور وزن کو بلند سے بلند تر بنادے گی۔
میں جناب عالی کے جواب تک شروع کے صفحات روکے ہوتے ہوں۔ تاکہ کتاب کو بڑی سعادت نصیب ہوجائے۔

امید ہے کہ اپنے ایک ادنیٰ اور حقیر خادم کی اس ملتجیانہ درخواست کو

شرف قبولیت عطا فرمائیں گے۔ چونکہ جوابی لفافہ بھی اکسپریس ڈلیوری ہے اس لئے امید ہے کہ مجھ کو حضور عالی کا جواب منگل دس شنبہ تک ملجائے گا۔

والسلام۔ مورخہ شنبہ ۲۳ ستمبر ۱۹۶۷ء

جواب ۳

" عزیزم سلمہٗ۔ بعد سلام مسنون، اسی وقت منگل کی دوپہر کو تمہارا ایکسپریس خط شنبہ کا لکھا ہوا ملا۔ تم منگل تک جواب مانگ رہے ہو۔ مگر تمہارا خط ہی منگل کو ملا۔ تم نے بہت تنگ وقت میں حکم نامہ جاری کیا۔ مجھے اس قسم کے مضامین بالکل نہیں لکھنے آتے، یہ کوئی تواضع نہیں بلکہ واقعہ ہے۔ بہت سے لوگوں کا ہمیشہ اصرار رہا اور ہم لوگوں کے بھی تقاضے ہوئے۔ مگر چونکہ اس نوع سے مناسبت نہیں اس لئے ہمیشہ معذرت ہی کی، البتہ دعائیہ خطوط کبھی کبھی لکھنے کی نوبت آئی ہے جس کو لوگوں نے کافی سے بھی زائد بتایا، وہ فوراً لکھوا رہا ہوں۔ خدا کرے کہ تمہیں پسند آجائے۔ اور تم اس کو کافی سمجھو۔

تمہارے پرسوں کے خط کا جواب بھی ہمروز لکھوا چکا ہوں، یہ تو یاد نہیں کہ وہ کس تاریخ کا لکھا ہوا تھا اور کب پہونچا، مگر میں نے اسی روز جواب لکھوا دیا تھا۔ فقط والسلام

اس خط کے ساتھ سوانح حضرت مولانا محمد یوسف کے متعلق حضرت شیخ کی رائے گرامی اور کلمات خیر پر مشتمل وہ تحریر بھی ہے جس کی نقل گذشتہ صفحات میں گذر گئی ہے اور اسی لئے یہاں اس کا اعادہ نہیں کیا گیا۔ مذکورہ خط ملنے پر مولانا ثانی کی فخر و مسرت کی کیفیت اور تشکر و امتنان کے جذبات درج ذیل مکتوب میں ملاحظہ ہوں۔

مکتوب ثانی ۵

مخدومی و معظمی سیدی و مولائی زیدت معالیکم و متعنا اللہ بحیاتکم الطیبہ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ، لبعد اداب کے عرض ہے کہ حضرت والا کا شفقت نامہ ابھی ابھی صادر ہوا جس نے مسرت و شادمانی سے دل کو معمور کر دیا، میں نے اس مبارک و مسعود والا نامہ کو سر آنکھوں پر رکھا، جنابنے کتاب پر جو اظہار پسندیدگی فرمایا، اور اپنی رضا و خوشنودی کی دولت سے مجھ حقیر کو سرفراز فرمایا وہ میرے لئے زندگی کی عزیز ترین متاع ہے۔

جب سے میں نے یہ کتاب لکھنی شروع کی تھی جناب والا کی خدمت میں تکمیل کے بعد پیش کرنے تک یہی فکر اور احساس دل و دماغ پر مستولی تھا کہ حضرت جب اس کتاب کو پوری طرح سن لیں گے اور اپنی رضامندی و پسندیدگی کا اظہار فرمادیں گے تو وہ گھڑی میری زندگی میں انتہائی کیف و سرور کی ہوگی، خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے مجھ کو یہ دولت نصیب فرمائی، میں نے اس خوشی میں دو رکعت نماز شکرانہ ادا کی۔

کتاب چھپنے کے دوران ہی سے میری نیت تھی کہ انشاء اللہ جب کتاب مکمل ہو جائے گی تو ایک معتد بہ تعداد میں حضرت والا کی خدمت میں کتاب پیش کردوں گا۔ تاکہ حضرت عالی اپنی طرف سے جن جن حضرات کو عنایت فرمانا چاہیں عنایت فرمائیں۔

جناب نے از راہ مہربانی ۱۰۰ نسخے طلب فرمائے ہیں میں انشاء اللہ اس تعداد میں حضرت عالی کی خدمت میں کتاب ہدیۃً پیش کروں گا۔ اگر حضرت اس پیش کش کو قبول فرمالیں گے تو میری دیرینہ تمنا بر آئے گی۔ اور میں اپنی زندگی کی عظیم ترین مسرت سے ہم کنار ہوں گا، حضور والا کی طرف سے اس کی قبولیت

میرے لیے باعث صد کرم و مہربانی ہوگی۔ انشاء اللہ اس سے میرا کوئی نقصان نہ ہوگا۔ بلکہ میرے لئے دین و دنیا میں خیر و برکت کا باعث ہوگا۔ آخر میں پھر عرض ہے کہ اس کو رد فرمائیں گے بلکہ ضرور قبول فرمالیں گے ؎

"گر قبول افتد زہے عز و شرف"

الحمد للہ کتاب کے اب تک ایک ہزار آرڈر مل چکے ہیں۔ اس کی طباعت میں بھی کوئی دشواری نہیں ہوئی۔ بلکہ بعض مکتبوں نے اس شرط پر پیشگی رقم عنایت کی کہ بعد طباعت تاجرانہ حساب سے رقم کے عوض کتابوں کے نسخے ان کو دے دیئے جائیں۔ اس معاہدہ کی وجہ سے میری ذات پر کوئی بار نہیں ہوا۔ بس حضرت کی توجہ اور شفقت و عنایت سے ہر منزل آسان ہوتی گئی۔ اللہ تعالیٰ حضرت کی دعاؤں اور توجہات کو قائم رکھے۔ جناب کی خوشنودی ہی میرے لئے بس ہے اور اسی کی تمنا نے اس کتاب کی طباعت کی ہر مشکل منزل آسان کی۔ اللہ تعالیٰ اپنی رضا و اخلاص کی دولت نصیب فرمائے۔

مجھ کو احساس ہے کہ میں نے جناب والا سے رخصت ہونے کے بعد کوئی عریضہ ارسال نہیں کیا۔ سفر کے دوران طبیعت خراب ہوگئی تھی اور تعب بہت ہوگیا تھا لکھنؤ پہونچتے پہونچتے نزلہ اور بدن میں درد ہوگیا اس کے باوجود کتاب کے کام میں لگ گیا۔ یہاں پہونچ کر دیکھا کہ کتاب نے بجائے ۰۴ صفحوں کے مزید ۸۰ صفحے لے لئے اور ۶۸۰ صفحہ تک پہونچ گئی۔ بہرحال وہ پریس میں ہے اور چند آخری صفحات اور فہرست زیر طبع ہے۔ انشاء اللہ آٹھ دس دن میں بالکل مکمل ہوجائے گی۔ اور انشاء اللہ پہلے ہی مرحلے میں ۱۰۰ نسخے ارسال خدمت کروں گا اور اسی پیش کش سے آگے کا کام شروع کروں گا۔ جناب کی نوازش و کرم سے توی امید ہے کہ اس کوشش و مسرت قبول فرماکر میرے لئے سعادت دارین کا ذریعہ بنیں گے۔

ماموں جی جمعرات ۱۲ر اکتوبر کو جدہ پہونچ گئے اور بخیر و سلامتی پہونچنے کا تار بھی آگیا، جہاں تک ہماری معلومات کا تعلق ہے انشاء اللہ رمضان سے قبل واپسی ہو جائے گی، ان کے ہمراہ برادر عزیز محمد میاں ہیں۔

حمزہ سلام عرض کرتے ہیں، ان کا سالانہ امتحان قریب ہے اور یہ عالمیت کا سال ہے۔ ترمذی اور موطا امام مالک وغیرہ کتب زیر درس ہیں۔ نہ معلوم کیا بات ہے کہ پڑھنے میں جی نہیں لگاتے جس کی وجہ سے فکر بہت ہے، احوال وغیرہ بھی قابل اطمینان نہیں۔ ہر دم تشویش رہتی ہے، حضرت کی دعاؤں اور توجہ کی سخت ضرورت ہے۔ ان کی والدہ بھی سخت متفکر ہیں۔ اور دعا کی درخواست کرتی ہیں۔ اور سلام عرض کرتی ہیں۔ برادر عزیز مولوی محمد رابع بھی سلام عرض کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ حضرت کے سایۂ عاطفت کو تا دیر قائم رکھے کہ اسی میں ہمارے لئے سکون و طمانیت ہے۔ والسلام

۴ ار رجب ۱۳۸۷ھ

مکتوب گرامی حضرت شیخ

عزیز گرامی قدر و منزلت مولوی محمد ثانی سلمہ،

اسی وقت تمہارا گرامی نامہ، احسان نامہ پہونچ کر موجب مسرت ہوا۔ میں نے پہلے خط میں کتاب کے متعلق جو کچھ لکھا تھا وہ اطراد المارح سے بچتے ہوئے بہت ہی مختصر لکھا تھا۔ ورنہ مجھے تو کتاب بہت ہی پسند آئی۔ اللہ جل شانہ تمہیں اور علی میاں کو بہت ہی زیادہ سے زیادہ اپنی شایان شان دونوں جہاں میں بہترین جزائے خیر عطا فرمائے، البتہ ایک باب جو تم نے علی میاں سے لکھوا کر ریشم میں ٹاٹ کا پیوند لگا دیا، بالکل پسند نہیں آیا۔ "یالیتنی کنت نسیاً منسیاً"

تم نے سو نسخے ہدیہ کرنے کی جو پیش کش کی ہے تمہاری خاندانی اور وراثت نبویہ کی شان ایثار، سخاوت اور علو شان کے تو بالکل مناسب ہے لیکن تم ہی غور کرو کہ اس ناکارہ کی غیرت اتنے بڑے بار کا تحمل کیسے کر سکے گی۔ اس لئے یہ تو میرے لئے بہت مشکل ہے۔ البتہ تمہارے خط سے ایک بین بین صورت سمجھ میں آئی ہے بشرطیکہ تمہیں اس میں کسی قسم کی گرانی نہ ہو۔ اور اگر ذرا بھی گرانی ہو تو میرا حکم ہے کہ بے تکلف رد کردو، وہ یہ ہے کہ میرے کتب خانہ کی کتابوں میں سے ایک ہزار کی کتابیں انتخاب کرلو۔ جو تمہارے انتخاب کے بعد یہاں سے بھیجدی جائے گی۔

عربی کتابوں میں بذل اور اوجز تو ناقص ہے لیکن کوکب اور لامع کی دو دو جلدیں موجود ہیں اور فضائل کی کتابیں تو سب ہیں۔ اس میں اتنا نقصان تو تمہارا ہے کہ سوانح کی قیمت جلد وصول ہو جاتی اور ان کتابوں کی دیر میں وصول ہوگی اور زیر بار نہیں ہوگے۔ اور یہ ناکارہ اس کو بھی ہدیہ سمجھے گا، اس لئے رقم کے بجائے یہ کتابیں میرے لئے آسان ہیں۔ بالخصوص جب کہ سوانح سے کبھی قیمت نہیں، جزاک اللہ کے ہی وصول ہونے کی امید ہے۔

ایک ضروری امر یہ ہے کہ تم جن لوگوں کو مفت ہدیہ کرو ان کے نام مجھے ضرور لکھو، مثلاً انعام، ہارون، قاری طیب، یا سہارنپور میں کوئی یا پاکستان میں میرا کوئی واقف کار تاکہ میں ان کو نہ دوں، اس لئے کہ ایک شخص کے پاس دو نسخے پہونچنے سے اچھا یہ ہے کہ دو آدمیوں کے پاس پہونچ جائے۔ بلا کسی گرانی کے یہ تجویز منظور ہو تو اچھا ہے، ہدیہ میں تو ایک ہی نسخہ مکمل آپ بھیجدیں اور یہ ناقص میں واپس کردوں گا اس لئے کہ اس کے حاشیہ پر میرے کچھ نشانات بھی ہیں، طبع ثانی میں تصحیح کی جاوے فقط والسلام ۱۷ رجب ۱۳۸۷ھ

مکتوب مولانا ثانی ۷

سیدی و مولائی متعنا اللہ بحیاتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، بعد صد آداب کے عرض ہے کہ حضرت والا کے دو والانامے ایک ہی ڈاک سے صادر ہوئے۔ بلفوف شفقت نامہ میں حضرت نے مجھ کم سواد کو جس شفقت و کرم اور مہربانی سے نوازا، وہ میرے لئے انتہائی طور پر موجب خیر و برکت اور باعث شرف و سعادت ہے، اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے حضرت والا کی توجہات اور شفقتیں بلا استحقاق مجھ کو نصیب فرمائیں۔

کل گذشتہ سوانح کے مکمل شدہ دس نسخے ملے تھے ان میں سے ایک نسخہ حضرت کی خدمت میں کل ہی رجسٹرڈ کر چکا ہوں۔ مل چکا ہوگا۔ اللہ تعالےٰ خیر و برکت نصیب فرمائے۔

مجھ کو تو یہ چاہیے تھا کہ کتاب کی طباعت پر پہلا ایڈیشن پورا کا پورا حضرت کی خدمت میں پیش کرتا اور حضرت ہی کی اجازت پر اس میں تصرف کرتا ہوں۔ مگر افسوس یہ نہ کر سکا۔ اب اس کا آخری درجہ یہ ہے کہ حضرت کو اس سلسلے میں جتنے نسخوں کی ضرورت ہو اور طلب فرمائیں وہ میں بہزار مسرت ارسال کر دوں کم سے کم یہ سو نسخے جن کے متعلق لکھ چکا ہوں ضرور قبول فرمائیں، یہ میری خادمانہ اور عاجزانہ التجا ہے اس سے کم کی تعداد یا اس تعداد پر قیمت یا تبادلہ کی صورت اگرچہ حضرت کی بے پایاں شفقت و رحمت کا نتیجہ ہے مگر میرے لئے باعث کلفت ہے۔ اس لئے حضرت کی کرم نوازی سے امید ہے کہ اس پیش کش کو بلا کسی ادنیٰ تردد کے قبول فرمائیں گے۔ رہا کتب خانہ یحیوی کا معاملہ انشاءاللہ اس سے الگ معاملہ کروں گا۔ اور اس میں مجھے کوئی تردد نہ ہوگا۔ اس سلسلے میں مولوی نصیرالدین

...حب سے خط و کتابت ہو جائے گی، یہ دونہ معاملہ الگ الگ ہوں گے۔

ابھی ابھی اس خط کے لکھنے کے دوران جب کہ میں یہاں تک پہونچا تھا کہ ڈاک آئی۔ اس میں مولوی نصیر الدین صاحب کا کارڈ آیا نظر سے گذرا۔ اس میں تحریر ہے "سوانح کے سو نسخے تو کتب خانہ کے لیے بھیجدیجئے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب سے معلوم کر لیجئے۔ کہ اس کے بعد بھی ضرورت ہے یا نہیں، بس اب بات طے ہوگئی کہ سو نسخے تو کتاب خانہ یحیوی کو بحساب تاجرانہ ارسال کر دیئے جائیں گے اور سو نسخے حضرت والا کی خدمت میں میری طرف سے ہدیتہً بلا کسی قیمت یا تبادلہ کے پیش ہوں گے۔ امید قوی ہے کہ اس صورت میں حضرت کے قلب پر ذرا بھی بار نہ ہوگا۔ اگر بالفرض اس صورت میں کوئی ادنیٰ بار بھی محسوس فرمائیں تو میری طرف سے اتنی ترمیم ہے کہ سہارن پور یا اس کے اطراف میں جن حضرات کو کتاب پیش کرنے کا مجھ کو خیال ہے اور وہ صرف تین ہیں۔ ان کو میری طرف سے عنایت فرما دیں۔ نیز مرسلہ فہرست کتب میں وہ کتابیں جو شرح کی ہیں۔ ان میں صرف تبرک کے طور پر ایک ایک نسخہ عنایت فرمادیں مگر اتنی اور التجا ہے کہ ہر نسخہ پر اپنے دست مبارک سے چاہے صرف حضرت کا اسم گرامی اور تاریخ عطیہ ہو تحریر فرمادیں یہ اکتفاء تو میں نے حضرت کی نگاہ کی کمزوری کی بناء پر کی ہے۔ ورنہ اس خادم کا نام حضرت والا کا اپنے قلم سے تحریر کر دینا میرے لیے باعث صد افتخار ہوگا۔ اور ان نسخوں کو میں حرز جاں بنا کر رکھوں گا۔

اس صورت میں حضرت والا اس پیش کش کو ضرور قبول فرمالیں اور اس کے بعد بھی میں اپنے اوپر حضرت کا بڑا احسان جانوں گا۔ میری خواہش ہے کہ سہارنپور میں مولانا اکرام الحسن صاحب، حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب (ناظم صاحب) مخدوم زادہ مولوی محمد طلحہ سلمہٗ کو کتاب پیش کردوں، کاندھلہ اور

دیوبند میں مولانا احتشام الحسن صاحب اور قاری محمد طیب صاحب کا خیال ہے مگر حضرت کے حکم اور اجازت پر منحصر ہے دہلی میں مولانا انعام الحسن صاحب اور صاحب زادہ مولوی محمد ہارون صاحب کو آج ہی کتاب ارسال کر رہا ہوں۔ ان حضرات کے علاوہ مولانا محمد عمر صاحب، منشی بشیر صاحب، فریدی صاحب اور جس کو حضرت حکم دیں ارسال کروں گا۔ پاکستان میں مفتی زین العابدین صاحب اکرام یا افضل صاحب، سلطان فونڈری والے۔ حاجی بشیر صاحب، شفیق صاحب، قاضی صاحب کے اسماء میرے ذہن میں آتے ہیں۔ قریشی صاحب بھی غالباً اس میں ہیں ان حضرات میں ایسے بہت ہوں گے جن کو اگر آنجناب کتاب ارسال فرمادیں تو وہ اس کی اہمیت کو سمجھیں گے۔ میرے ارسال کرنے میں غالباً وہ دلچسپی نہ لیں اور اس کو درخور اعتنا نہ سمجھیں۔ بھوپال میں مولانا عمران خاں صاحب کو میں کتاب بھیج رہا ہوں بمبئی یا اور کسی دوسری جگہ کے اسماء میرے ذہن میں اس وقت نہیں ہیں۔ ہاں مولوی جمیل صاحب حیدرآباد کو پیش کرنے کا دل چاہتا ہے۔

کتاب الحمد للہ جلد ساز کے یہاں ہے۔ آج دو سو نسخے ملیں گے۔ کل تک خشک ہوں گے جن میں انشاء اللہ ۱۰۰ نسخے فوراً ارسال خدمت کردوں گا۔ اور سو نسخوں میں "الفرقان، ندوہ اور مکتبہ اسلام" کو پہلی قسط دیدی جائے گی۔ سنیچر کو مزید ۲۰۰ سو نسخے تیار ملیں گے، ان میں دہلی، بمبئی، بھوپال، کے کتب خانوں کے آرڈر تعمیل کردوں گا۔ ان ہی میں کتب خانہ یحیوی کے سو نسخے ارسال کردوں گا حضرت والا کے سو نسخے انشاء اللہ کل یا پرسوں ضرور ارسال کردوں گا۔ اور انشاء اللہ اس کے بعد اطمینان حاصل کروں گا۔

مولانا منظور صاحب کا خط مکہ مکرمہ سے آیا تھا جس میں تحریر تھا کہ جب میں مکہ پہونچا تو پہونچنے کے بعد طائف سے علی میاں پہونچے اور خود انھوں نے اس

حادثہ کی خبر سنائی اور کہا خدا کا شکر ہے کہ میں صحیح سالم آپ سے مل رہا ہوں، مجھ کو دوسری زندگی ملی ورنہ آپ بجائے مجھ سے ملنے کے میری نماز پڑھتے۔ تفصیل اس خط میں لکھی نہ تھی۔ پرسوں دعوت اخبار ۲۳ر اکتوبر ۱۹۶۷ء میں پہلے صفحہ پر اس حادثہ کی خبر تھی جس سے اہل تعلق کو فکر ہو گئی تھی۔ اب بھی فکر ہے، خود ماموں جی یا محمد میاں کا کوئی خط نہیں آیا۔ ہر ڈاک میں انتظار رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فکر دور فرمادے۔ عریضہ تفصیل کی وجہ سے طویل ہو گیا، حضرت کے قیمتی وقت کا احساس کرنے کے باوجود مجبوراً طوالت اختیار کرنی پڑی۔ تکلیف دہی کو معاف فرمائیں۔

والدہ محترمہ سلمہا، اور مولوی محمد رابع سلمہ، نیز مولوی محمد طاہر صاحب سلام عرض کرتے ہیں۔ مولانا اکرام الحسن صاحب کی خدمت میں سلام پہونچا دیں، مولوی سید محمد سالم ہسوی سلام و دعا کی درخواست کرتے ہیں۔ والسلام

ناکارہ خادم : محمد ثانی حسنی

۲۰ر رجب ۱۳۸۷ھ

جواب حضرت شیخ مد ظلہ

عزیز گرامی، قدر و منزلت، عافاکم اللہ سلمہ،

بعد سلام مسنون، بہت طویل انتظار کے بعد مسرت نامہ پہونچا۔ یہ مضمون تو تم پہلے خط میں بھی لکھ چکے تھے اور اس کے جواب میں بندہ نے یہ لکھا تھا کہ تمہاری محبت شفقت سر آنکھوں پر لیکن میرے لیے اس کا تحمل دشوار ہے۔ تم نے اس کے جواب میں لکھا ہے "یہ میرے لیے باعث کلفت ہے" میں تمہیں کلفت میں ڈالنا نہیں چاہتا اس لئے اب میرے لیے نسخہ بھجوانے کی تکلیف نہ فرمائیں، مولوی نصیر الدین کا معاملہ براہ راست الگ ہے وہ جتنے منگوائیں بھیجدیں، بندہ کے لیے آپ نے جو ایک نسخہ بھیجا ہے کافی ہے۔

تبادلہ کی صورت میں تو میرا بہت ہی لوگوں کو تقسیم کا خیال تھا جس میں تم جن کو مناسب سمجھو ان کو تمہاری طرف سے بھیجو اور سہارن پور میں ناظم صاحب اور قاری طیب صاحب وغیرہ کو تمہاری طرف سے بھیجنا زیادہ مناسب ہے۔ اور میں تمہاری طرف سے بھیجدیتا، پاکستان کے لوگوں کو یقیناً میری طرف سے بھیجنے کی اہمیت زیادہ ہوگی۔ اور قاری طیب صاحب وغیرہ کو آپ کی طرف سے بھیجنے مگر یہ سب تو اس صورت میں تھا کہ جب آپ کو تبادلہ میں کلفت نہ ہوتی۔ اب تو ملاعی (مردنی ہ)، موقوف مقبرہ مسمار۔

تمہاری محبت سے مجھے انکار نہیں، بے شک ہے۔ مگر اونٹ پر بوجھ اتنا ڈالنا چاہیے جتنا اٹھایا جائے، کسی شخص کی محبت اتنی نہیں ہوسکتی جتنی حضرت ابوبکرؓ کو حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے تھی۔ اور ہجرت کے لیے انھوں نے دو اونٹنیاں بڑی عمدہ خریدی تھی۔ اور ہجرت کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک پیش کش کی تو کہا کہ "قال بالثمن" تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فوراً اس کو قبول فرما کر کہدیا بالثمن، اس لئے آپ بھی اگر میری درخواست کو قبول فرماویں تو پھر سو نسخہ میرے نام کے بھیجیں ورنہ نہ بھیجیں۔ فقط والسلام

۲۵ رجب ۱۳۸۷ھ

مکتوب مولانا ثانی ؒ

مخدومی و شفقی سیدی و مطاعی زیدت معالیکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بعد آداب کے عرض ہے کہ آج برادرم مولوی سید محمد سالم کے نام والا نامہ صادر ہوا جس سے معلوم ہوا کہ میرا عریضہ جناب والا کو نہیں پہونچا۔ میں نے کتاب کے ارسال کرنے کے بعد مفصل عریضہ ارسال خدمت کیا تھا۔ بلکہ کل اور آج بڑی بے چینی سے ہر ڈاک میں والا نامہ کی جستجو رہی۔ اور

جب مولوی سالم کے نام والا نامہ ملا تو قدرے پریشانی لاحق ہوئی۔ خدا کرے اب ضرور مل چکا ہو؟ اور میری عرض داشت کو شرف قبولیت نصیب ہوا ہو؟

چونکہ کتاب ضخیم بہت ہے اس لئے جلد ساز تھوڑی تھوڑی بنا کر دے رہا ہے اور مقامی و غیر مقامی حضرات بڑا تقاضہ کر رہے ہیں۔ آج ہی حضرت والا کو دو بنڈل میں ۸۰ کتابیں ذریعہ ریل ارسال کر چکا ہوں اور بلٹی ذریعہ رجسٹری حاضر خدمت ہو رہی ہے۔ ایک بنڈل میں چالیس ہیں۔ انشاء اللہ جلدی مزید ۲۰ عدد کتب خانہ یحیوی کی کتابوں کے ہمراہ ارسال کردوں گا۔ سردست ان مراسلہ کتب کو قبول فرمائیں۔ تاخیر کی معافی چاہتا ہوں! بہت زیادہ تاخیر ہو چکی ہے، بہت ہی شرمندہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔

مولانا محمد انعام الحسن صاحب اور مولوی ہارون صاحب کو کتاب ارسال کر چکا ہوں۔ خدا کرے جو کتابیں میں نے حضور کو ارسال کی ہیں وہ بخیر و سلامتی و حفاظت پہونچ جائیں۔ اپنی دانست میں پیکنگ اچھی کی ہے لیکن خوف رہتا ہے۔ لکڑی کے بکس میں بہت دشواری تھی۔ بکسوں کو بہت تلاش کیا مگر سلیقہ کا نہ مل سکا۔

محمد میاں کا خط آیا تھا۔ الحمد للہ خیریت ہے۔ مگر ماموں جی کا براہ راست خط نہیں آیا۔ مولانا اکرام الحسن صاحب و عزیز مولوی محمد طلحہ میاں کو سلام۔ والسلام

۲۵ رجب ۸۷ ۱۳ھ

جواب حضرت شیخؒ

عزیزم مولوی محمد ثانی سلمہٗ بعد سلام مسنون

طویل اور شدید انتظار کے بعد تمہارا کارڈ مورخہ ۲۵ رجب آج ۲۸ رجب کو ملا، لکھنؤ کی ڈاک تو مکہ کی ڈاک بن گئی ہے، میں آپ کے سابقہ خط کا جواب کئی دن ہوئے لکھ چکا ہوں۔ میں تو اس کے جواب، کا منتظر تھا۔ کارڈ سے یہ معلوم ہوا کہ

میرا سابقہ مفصل عریضہ آپ کے پاس نہیں پہونچا جس سے بہت قلق ہے میرے اس سارے طویل خط کا خلاصہ یہ تھا ؎

بہت مشکل ہے مشرق اور مغرب کا یارانہ

میری صورت فقیرانہ تیرا انداز شاہانہ

یہ ناکارہ ضعیف، ناتواں، بیمار، لب گور اتنے بڑے سخت بوجھ کا متحمل نہیں کل کی جگہ آج ہی مرجاؤں گا۔ اس لئے مردلی موقوف مقبرہ مسمار،

یہ نسخے بلٹی وصول ہونے کے بعد مولوی نصیر کے حوالے کردوں گا لیکن معلوم ہوا کہ ان کے خط کا تو آپ نے جواب ہی نہ دیا اور ان سے کوئی ابھی شرح معاملہ طے نہیں ہوئی، تاجرانہ قیمت ان کو جلد لکھیں اس لئے کہ جب تک ثمن مجہول ہے میں نے ان کو فروختگی سے منع کردیا۔ کہ ابھی تک بیع اول ہی پوری نہ ہوئی، اس لئے آپ جن جن حضرات کو آپ مفت دینا چاہیں نامزد کر کے مولوی نصیر کے بقیہ بیس نسخوں کے ساتھ رکھدیں، سہارنپور، دیوبند، دہلی کے نسخے ڈاک سے بھیجنے میں محصول بہت خرچ ہوگا۔ میں یہاں سے آپ کی طرف سے دستی بھیج دوں گا۔

آپ نے یہ صحیح لکھا کہ کتاب بہت ضخیم ہوگئی۔ دو جلدوں میں ہوتی تو بہت اچھا ہوتا۔ لقبیہ نسخوں کے بھیجنے کی کبھی ابھی عجلت نہ کریں، وہاں کی فرمائش کو ابھی پوری کریں۔ البتہ مولوی نصیر کو جلد قیمت سے مطلع کریں کہ وہ فروخت کرسکیں، ورنہ یہ امانت میں رہیں گے۔

بلٹی ابھی وصول نہیں ہوئی، وصول ہونے پر معلوم ہوگی کہ کس حالت میں پہنچی بندے کے خیال میں تو چھوٹے چھوٹے صندوقوں میں کئی بنڈل ہوجاتے تو اچھا تھا تاکہ جلدیں خراب نہ ہوں۔ فقط

۲۸ رجب ۱۳۸۷ھ

مکتوب مولانا ثانی ۹

سیدی و مولائی زیدت معالیکم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ‘۔ بعد آداب کے عرض ہے کہ ابھی ابھی والانامہ صادر ہوا، یقیناً مجھ سے غلطی اور لغزش ہوئی ہے میں اپنی اس کوتاہ بینی اور قصور پر نادم اور معافی کا خواستگار ہوں۔ یہ میری انتہائی بے بصیرتی اور کوتاہ ظرفی تھی کہ حضرت والا کی خواہش پر اپنی خواہش کو ترجیح دی۔ میں اپنی غلطی اور قصور کی معافی چاہتا ہوں، حضرت والا کے تبادلہ کتب والی شرط کو بخوشی قبول کرتا ہوں۔ انشاء اللہ میرے دل پر ادنیٰ سا تکدر نہ ہوگا۔

میں پھر اپنی غلطی اور قصور کی معافی چاہتا ہوں، امید ہے کہ اپنی خاص عنایت و شفقت سے معاف فرمائیں گے۔ میں انشاء اللہ جلد ہی مطلوبہ کتب کی فہرست ارسال کردوں گا۔ ۸۰ کتابیں ارسال کرچکا ہوں۔ بقیہ نسخے جلد ارسال کردوں گا۔ والسلام۔

معافی کا خواستگار

محمد ثانی حسنی

دیکم نومبر ۶۷ء

جواب حضرت شیخ

عزیزم سلمہٗ بعد سلام مسنون

اسی وقت، عین جمعہ کے وقت تمہارا بہت مختصر کارڈ موجب مسرت ہوا موجب منت ہوا۔ کل تمہارا مفصل خط عین انتظار میں پہونچا تھا۔ اور اس کا اسی وقت مفصل جواب لکھواکر اس کا خلاصہ یہ تھا، مردنی موقوف مقبرہ مسمار، میرے نسخے نہ بھیجیں، اسی وقت تمہارے کارڈ کا فوری جواب اس واسطے لکھوا رہا ہوں کہ تمہیں ملال اور تکدر نہ ہو۔ جمعہ کا وقت قریب ہے لیکن اگر اس وقت نہ لکھا گیا تو

کل کو بار رہا ہے، پیر سے پہلے پہونچنا مشکل ہے۔ اور تمہیں گرانی رہے گی۔

تم نے سابقہ خطوط میں جو کچھ لکھا اس میں نہ گستاخی تھی، نہ بے ادبی، بلکہ تمہاری عین محبت تھی، اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے تمہیں تمہاری اس محبت کا دونوں جہاں میں بہتر سے بہتر بدلہ عطا فرمادے لیکن اس ناکارہ ضعیف بیمار کو اتنے بوجھ کے اٹھانے کا تحمل بالکل نہیں تھا ـــــــ اور نہ ہے اس لئے میں بار بار شدت سے انکار کرتا رہا۔ اب چونکہ تم نے ازراہ تواضع وانکسار میری درخواست قبول کرلی۔ اس لئے شوق سے بھیجدو ا۔

اس کے ساتھ ہی ساتھ چونکہ تمہارے یہاں فرمائشوں کی کثرت ہے، اس لئے اور مولوی نصیر کے نسخے پورے کرنے کی جلدی نہیں ہے، آہستہ آہستہ سہولت سے پورے کردیں۔ اور آپ نے جتنے اسماء اپنے سابقہ خط میں لکھے تھے، ان کو آپ نہ بھیجیں، ان کو میں اپنی طرف سے یا آپ کی طرف سے جس کے لیے جس کی طرف سے مناسب سمجھوں گا بھیج دوں گا اور آپ کو اس کی اطلاع کردوں گا، بلٹی ابھی تک وصول نہیں ہوئی ہے وصول ہونے پر نصف میں لے لوں گا اور نصف مولوی نصیر کو دیدوں گا لیکن ان کے لیے نہایت عجلت اس کی ہے کہ ان سے معاملہ جلد طے ہو جائے اس لئے کہ حبالت ثمن کے ساتھ ان کو بھیجنے کو میں نے منع کردیا ہے۔

اللہ تمہیں بہت ہی جزائے خیر نصیب فرمادے کہ تم نے اپنے جذبات کو اس ناکارہ کی خاطر دبا دیا۔ فقط (۲۹ رجب ۱۳۸۷ھ)

مکتوب مولانا ثانی ۱۰

سیدی ومولائی۔ زیدت معالیکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! بعد آداب کے گذارش ہے کہ کل جناب والا کا شفقت نامہ صادر ہوا تھا جس کا جواب فوراً ہی میں نے تحریر کیا تھا۔ اور

ارسال کر چکا ہوں، احتیاطاً اس خیال سے کہ ڈاک کا نظم خراب ہے یہ دوسرا عریضہ ارسال خدمت ہے، میرے پہلے عریضہ سے حضرت کو جو ناگواری ہوئی اور حضرت کے منشاء و مرضی کے خلاف جو میں نے اپنی رائے کا اظہار کیا، اس کا مجھ کو بہت رنج وقلق اور اپنے قصور و بے ادبی کا اعتراف اور اس پر انتہائی ندامت ہے۔ امید ہے کہ میری اس غلطی کو اپنی دیرینہ شفقت وعنایت کے تحت معاف فرمائیں گے۔ میں انشاء اللہ دو ہی تین دن کے اندر کتابوں کی فہرست ارسال خدمت کروں گا۔

کل سے میرا دل بہت متاثر ہے حضرت کو میری حرکت سے جو تکدر اور ملال پیدا ہوا ہو اس کو درگذر فرمادیں اور میرے قصور کو معاف فرمادیں۔

ایک دوسری بات یہ عرض کرنی ہے کہ حضرت والا نے جو ہینڈ بل یا چھوٹے اشتہارات کو فرمایا ہے اس کی اشاعت کا خیال ہے۔ اس سلسلے میں یہ دریافت کرنا ہے کہ حضرت عالی کی وہ رائے عالی جو اپنے دونوں گرامی ناموں میں تحریر فرمایا ہو اور پسندیدگی کے جو الفاظ تحریر فرمائے ہیں اگر اشتہار میں شامل کردیئے جائیں تو کوئی حرج تو نہیں، اگر حضرت والا اس کو ناپسند نہ فرمائیں اور اجازت مرحمت فرمادیں تو اس کو طبع کرا لیا جائے، طباعت انشاء اللہ اجازت ملنے پر ہی ہوگی۔

کل مولانا محمد منظور صاحب نعمانی کا مکتوب آیا ہے جس میں تحریر ہے کہ الحمدللہ ماموں جی پوری طرح صحت یاب ہیں۔ اور اشارہ کیا ہے کہ شائد ۱۵ نومبر تک واپسی ہو۔ لیکن طے شدہ نہیں ہے۔

میں شاید دو تین دن کے لیے رائے بریلی جاؤں گا، اس لئے کہ کتاب میں انہماک کی وجہ سے بہت عرصہ سے نہیں جا سکا تھا۔ مولانا معین اللہ صاحب سے ملاقات ہوئی۔ الحمدللہ بخیریت ہیں۔ سلام عرض کرتے ہیں۔

حضرت کے گرامی نامہ سے پہلے ہی اسّی کتابیں ریلوے سے روانہ

کرچکا ہوں، بقیہ جلد انشاء اللہ روانہ کروں گا۔ والسلام

۲۸ رجب ۸۴ھ

مکتوب گرامی حضرت شیخ

اسی وقت تمہارا لفافہ پہونچا۔ کل بھی تم کو ایک کارڈ لکھوا چکا ہوں، اب بھی فوری لکھوا رہا ہوں کہ کوئی بھی تکدر کی بات نہیں، پیشکش تو تمہاری عین سخاوت اور جود وسخا کا مظہر تھا۔ لیکن اس ناکارہ سے اس کا تحمل دشوار ہے۔

اشتہارات میں اس ناکارہ کی پسندیدگی تو میں بڑے شوق سے طبع کراتا۔ مگر اس کے ایک باب نے جو خود اس ناکارہ کے متعلق ہے) یہ اشکال پیدا کردیا کہ اب اس کی تعریف خودستائی ہے۔ اس ایک باب کے استثناء کے ساتھ آپ جتنی چاہے پسندیدگی میری طرف سے شائع کردیں۔ اسی وقت بنڈل وصول ہوئے۔ آپ کی طرف سے جن لوگوں کو لینا ہے ان کو تو آج ہی شروع کردوں گا اور فروختگی مولوی نصیر الدین سے معاملہ طے ہونے کے بعد۔

نظام الدین کے نسخے آپ فوراً بھیجیں۔ پاکستان میں جن لوگوں کے آپ نے نام لکھے ہیں وہ انشاء اللہ کسی جانے والے کے ہاتھ بھیجدوں گا کہ ڈاک سے تو مشکل ہے۔ جانے والے ملتے رہتے ہیں جیسا کہ آپ نے لکھا ہے کہ ان لوگوں کو میری طرف سے جانے میں زیادہ اہمیت ہوگی اس لئے میں اپنے نام سے بھیجدوں گا۔ پاکستان میں شفیق صاحب میرے ذہن میں نہیں آئے کون ہے۔ بہر حال ان حضرات کو جب بھیجدوں گا تو اطلاع کردوں گا۔ فقط

۳۰ رجب ۸۴ھ)

مکتوب مولانا ثانی مدظلہ

سیدی و مولائی زیدت معالیکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد آداب کے عرض ہے کہ الحمد للہ خیریت ہے، آج والا نامہ صادر ہوا ایک بدھ کو دوسرا عریضہ جمعرات کو ارسال کرچکا ہوں، جن میں اپنے قصور اور غلطی کی معافی چاہی۔ حضرت والا میری اس غلطی کو معاف فرمادیں میں اس وقت سے عجب حال میں ہوں۔ یقیناً مجھ سے بڑی کوتاہی ہوئی کہ حضرت کی مرضی کے خلاف اپنی رائے کا اظہار کیا۔ اور حضرت کی ناگواری کو محسوس نہ کرسکا، میں دو چار دن کے لئے گھر جانے والا تھا۔ مگر اس خیال سے ٹھہر گیا کہ حضرت میرے قصور کو معاف فرمادیں گے۔ تو میں مطمئن ہوکر گھر جاؤں گا۔ امید ہے کہ وہ میرے دونوں عریضے مل چکے ہوں گے اور حضرت نے اپنی شفقت سے درگزر فرمادیا ہوگا۔

فہرست کتب ارسال کررہا ہوں۔ اسی عریضہ کے ساتھ منسلک ہے۔ ۸۰ کتابیں ارسال کرچکا ہوں، ۲۰ نسخے ذریعہ صوفی صاحب ارسال ہیں۔ دو مزید پارسل مکمل کرکے بھیجنے والا تھا کہ دقت ہوگیا۔ انشاء اللہ پرسوں ارسال کردوں گا، وہ مولانا نصیر الدین صاحب کے نام ہوں گے کتب خانہ کے لیے اس کے بعد مزید اطلاع پر ارسال کردوں گا۔ اس ایک پارسل میں کتابیں ملفوف ہیں۔ جن پر مرسل الیہم کے اسماء گرامی تحریر ہیں (۱) حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب (۲) مولانا اکرام الحسن صاحب (۳) قاری محمد طیب صاحب، صوفی صاحب کے آنے کا علم بعد میں ہوا ورنہ ان کے ہاتھ بھیجدیتا۔

مولانا نصیر الدین صاحب کو معاملہ کی بات لکھ رہا ہوں۔ اس درمیان میں ان کو کتابوں کی ضرورت پڑے تو اگر مناسب ہو، فرمائیں تو حسب ضرورت نسخے عنایت فرمادیں، انشاء اللہ ان کا پارسل پہونچنے پر خدمت میں پیش ہوجائیں گے۔ یہ بھی اس وقت جب کہ حضرت مناسب خیال فرمادیں، حضرت کو ہر طرح اختیار ہے۔

الحمد للہ ماموں جی کا خط آیا ہے۔ الحمد للہ سب خیریت ہے۔ والسلام
(بلا تاریخ)

مکتوب گرامی حضرت شیخ ۹

عزیز گرامی قدر و منزلت سلمہٗ بعد سلام مسنون۔

بعد ظہر صوفی انعام اللہ صاحب پہونچے، اور ان کے ساتھ ۲۰ نسخے بھی، بڑی مشکل یہ ہے کہ ہماری حکومت میں ڈاک کا انتظام بہت بہتر ہے تمہارا کارڈ عین جمعہ کے وقت پہونچا تھا۔ باوجود تنگی وقت کے میں نے اسی وقت کھڑے کھڑے اس کا فوری جواب لکھوایا۔ کل تمہارا لفافہ پہونچا، اس کا بھی فوری جواب لکھوایا۔ دونوں میں مشترک مضمون یہ تھا کہ تمہاری کوئی گستاخی تھی نہ بے ادبی، بلکہ تمہارا اصرار خاندانی جود وسخا اور انتہائی محبت پر مبنی تھا۔ لیکن یہ ناکارہ ضعیف اور ناتواں اس بار کا تحمل نہیں کرسکتا تھا۔

تم نے آج کے دستی خط میں ایک فقرہ لکھا کہ بنڈل میں تین عدد جس میں مرسل الیہم کے نام بھی ہیں۔ ملفوف میں اس بنڈلوں میں تو کسی پر نام نہیں نکلا، مگر ایک اشکال پیش آگیا۔ وہ یہ کہ میں نے فرط شوق میں آپ کی سابقہ تحریر کی بنا پر جب میری کتابیں پہونچی ہیں تو سب سے پہلے ناظم صاحب پھر بھائی اکرام اور طلحہ کو یہی تین نام لکھائے تھے۔ آپ کی طرف سے ان حضرات کا نام لکھ کر اور مرسل مولوی محمد ثانی سلمہٗ لکھ کر اسی مجلس میں دیدیئے تھے اور بہت دن ہوئے بندہ نے آپ کے جواب میں یہ بھی لکھ دیا تھا کہ یہاں والوں کے لیے تو آپ کی طرف ہونے میں زیادہ اہمیت ہوگی۔ اور پاکستان والوں کے لئے میرے بھیجنے میں اور جن پاکستانیوں کا نام آپ نے لکھ دیا تھا ان کے پاس بھیجنے کے لیے بھی کسی جانے والے کا منتظر ہوں۔ جو اکثر ملتے رہتے ہیں۔ کوئی زیادہ اشکال کی بات نہیں ہے، جب آپ کے نام دو نسخے پہونچ جائیں گے تو میں اپنے دیئے ہوئے

نسخے واپس لے لوں گا۔ میں نے تو فرط شوق میں پہلے ہی دن ۳۰ نسخے بانٹ دیئے تھے میرے ذہن میں اپنے نسخوں کے متعلق افراد کو دینے کے بجائے مدارس میں وقف کرنا زیادہ مفید معلوم ہوگا، اس سلسلے میں میں نے شروع کردیا ہے کہ دیرپا بھی ہے اور نفع بھی عام ہے۔ آپ کو بھی میرا مشورہ یہ ہے کہ ندوہ اور دیگر مدارس جو آپ کے قرب وجوار میں ہیں یا معروف مراکز جیسے دار المصنفین وغیرہ اپنی طرف سے یا کسی کو ترغیب دیکر کچھ نسخے ضرور وقف کردیں، میرا معمول اپنی عربی کتابوں کا بھی اول سے یہی رہا ہے۔ افراد کو انشاء اللہ دینے کے بجائے مراکز میں وقف کرنے کا زیادہ اہتمام رکھا۔

تمہاری مرسلہ فہرست کتب تبادلہ بھی پہونچ گئی۔ جو اسی وقت مولوی نصیر کے حوالہ کردی مگر وہ ایک دو کتاب کے متعلق کہتے ہیں کہ ختم ہوگئی۔ میں نے تقاضہ تو کردیا کہ جتنی بھی ہو فوراً نکلوالیں۔ تم نے لکھا کہ ضرورت ہو تو کچھ نسخے نصیر کو قرض دیدیں، یہ میں نے آپ کے لکھنے سے پہلے دس دیدیئے تھے۔ مگر یہاں کے لوگ میری طرف زیادہ دیکھ رہے ہیں۔ اس لئے عزیز ابوالحسن[1] نے تو بہت جلد خرید لیا اور ایک مکی مہمان نے بھی خرید لیا۔ نصیر کی فرمائش سو نسخوں کی ہے اس کو تو آپ پوری فرما ہی دیں، آپ جس کو میرے واقفوں میں مفت براہ راست بھیجیں تو اس کی اطلاع مجھے بھی دیدیں تو اچھا ہے کہ میں دوبارہ مکرر نہ بھیجوں۔ فقط والسلام

(باقی صفحہ ۲۲۱ پر)

---

[1] حضرت شیخ کے خاص خادم۔

(بقیہ صفحہ کا)

حضرت شیخ کے موخر الذکر مکتوب مورخہ ۲ شعبان ۱۳۸۷ھ پر سوانح حضرت مولانا محمد یوسف سے متعلق مراسلت کا سلسلہ تمام ہوگیا ہے لیکن یہاں ایک مطبوعہ خط کا ذکر ناگزیر ہے جو اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے' یہ خط حضرت نے مولانا ثانی کے نام ۲ شعبان ۱۳۸۷ھ کو تحریر فرمایا اور اسی وقت "آپ بیتی" (حضرت شیخ الحدیث یا) تنقید پر سوانح یوسفی" کے نام سے شائع ہوا ہے جو سوانح حضرت مولانا محمد یوسف میں حضرت شیخ کے حالات پر استدراک اضافہ ہے اور جس میں حضرت کے بچپن، تعلیم و تربیت کے رکیف و دلچسپ مگر نہایت مفید و سبق آموز حالات ہیں۔ اور پھر یہی خط مضمون یا رسالہ حضرت شیخ کی سب سے طویل اردو تصنیف "آپ بیتی یا یاد ایام" کی تالیف کا وسیلہ بنا۔ جو ڈیڑھ ہزار سے زائد صفحات اور سات حصوں پر مشتمل ہے۔ اور چند تاریخی و واقعاتی فرد گزاشتوں کے باوجود خود نوشت سوانحات کے ذخیرہ میں نہایت قابل قدر، بابرکت قیمتی اضافہ مفید معلومات سے لبریز بلند پایہ ماخذ اور سلسلہ عالیہ امدادیہ کے بزرگوں کے احوال و تعلیمات کا بہت پر تاثیر و جامع مرقع ہے۔

آپ بیتی حضرت شیخ الحدیث کے اس تعارف کے ساتھ یہ اضافہ غلط نہ ہوگا کہ یہ کتاب حسنۂ حسنات مولانا محمد ثانی ہے اور اس کی تالیف کا کریڈٹ (credit) بھی مولانا ہی کو ملتا ہے کیونکہ وہی اس کے اولین مخاطب تھے اور وہی اس گنجہائے گرانمایہ کی ترتیب و اشاعت کا سبب اور ذریعہ ہوئے تھے۔ فرحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ

نور الحسن ندوی

مُسلِم خواتین کا دینی ترجمان

ماہنامہ رضوان لکھنؤ

ماہ فروری، مارچ، اپریل ۱۹۸۴ء مطابق جمادی الاوّل، جمادی الآخر، رجب ۱۴۰۴ھ

جلد نمبر (۲۸)



مُدیر: محمد حمزہ حسنی

معاونین
امامہ حسنی
میمونہ حسنی
اسحاق حسینی

حالاتِ زندگی • خدمات • انتخابِ کلام

اس شمارہ کی قیمت
آٹھ روپیے صرف

سالانہ چندہ ۱۵ روپیے صرف * برائے بیرونی ممالک ۱۰۰ روپیے صرف

دفتر
ماہنامہ رضوان ۳۷- گوئن روڈ، لکھنؤ

نظامی پریس لکھنؤ

فہرست مضامین